يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٢٠٨﴾ فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾

"اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں۔ اگر ان کو پالینے کے بعد بھی تم نے لغزش کھائی 'تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔"

اہل ایمان کو بلایا جاتا ہے ایمان کے لقب کے ساتھ۔ صفت ایمان کے ساتھ جو انہیں بہت ہی پیاری ہے 'جو انہیں امتیاز بخشتی ہے۔ انہیں اوروں سے ممتاز بناتی ہے۔ جو ان کے اور ان کو پکارنے والے 'ان کے اپنے رب کے درمیان واحد رابطہ ہے۔ اہل ایمان کو پکار کر دعوت دی جاتی ہے کہ پورے پورے اسلام میں آجاؤ!

اس دعوت کا پہلا اور ابتدائی مفہوم یہ ہے کہ اہل ایمان کلیتاً اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اور ان کا پورا وجود 'اپنے چھوٹے اور بڑے سے بڑے معاملے میں 'اللہ کے لئے ہو جائے۔ ان کے تصور اور ان کے شعور 'ان کی نیت اور ان کے عمل 'ان کی خواہش اور ان کی قناعت کا کوئی حصہ بھی آزاد نہ رہ جائے۔ وہ پورے کے پورے اسلام میں آجائیں۔ پورے کے پورے اللہ کے تابع ہو جائیں۔ اور ہر معاملے میں اللہ کے ہوں اور اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں۔ وہ اپنی لگام اس ہاتھ میں 'مکمل یقین و اطمینان کے ساتھ تھمادیں جو ان کی قیادت کر رہا ہے۔ اور انہیں پورا پورا یقین ہو کہ ان کا قائد بھلائی 'خیر خواہی اور صحیح راہنمائی کے سوا کچھ بھی نہیں چاہتا۔ وہ اطمینان کرلیں کہ جس راہ پر وہ گامزن ہیں 'جس منزل کی طرف وہ رواں ہیں وہی حق ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔

اس مرحلے پر 'اہل ایمان کو مکمل تسلیم کی دعوت دینے سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ ابھی تک مسلمانوں کی صفوں میں ایسے لوگ پائے جاتے تھے جن کے دلوں میں تردد تھا 'خلجان تھا جو ابھی تک اس بات پر مطمئن نہ تھے کہ انہوں نے ظاہراً اور باطناً ہر طرح سے پوری پوری اطاعت کرنی ہے۔ اور یہ کوئی اچنبے کی بات بھی نہیں ہے۔ تحریکات میں ایک طرف 'اگر مطمئن 'پختہ کار اور مطیع فرمان لوگ ہوتے ہیں 'تو ساتھ ساتھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ یہ پکار اور یہ دعوت ایسی ہے جو ہر وقت اہل ایمان کو دی جاتی رہے گی کہ وہ مخلص ہو جائیں 'یکسو ہو جائیں۔ ان کے دل کی دھڑکنیں 'ان کے شعور اور میلانات اللہ کے حکم اور اللہ کے ارادے سے ہم آہنگ ہو جائیں 'وہ اللہ کے ہو جائیں جو انہیں ان کے نبی اور ان کے اپنے نظام کی طرف لے جاتا ہے 'بغیر کسی تردد 'بغیر کسی خلجان کے اور پوری یکسوئی کے ساتھ۔

اور ایک مومن جب اس دعوت کو قبول کرتا ہے 'شرح صدر کے ساتھ اور پورے طور پر 'تو وہ ایک ایسی دنیا میں قدم رکھتا ہے 'جو امن کی دنیا ہے 'جو سلامتی کی دنیا ہے۔ وہ ایک ایسے جہاں میں داخل ہو جاتا ہے جو اطمینان کا جہاں ہے۔ جو رضا اور سکون کا جہاں ہے 'وہ ایک ایسے عالم میں جا پہنچتا ہے جس میں نہ حیرانی ہے نہ پریشانی 'جس میں فساد ہے نہ گمراہی جہاں ہر شخص اور ہر ذی روح کے ساتھ بن پڑتی ہے۔ جہاں وجود اور موجودات کے ساتھ ہم آہنگی ہوتی ہے۔ جہاں نفس انسانی کے خفیہ ترین اور پوشیدہ ترین گوشوں میں بھی سکون ہے اور انسان کی ظاہری اور اجتماعی زندگی میں سکون ہے۔ ایسا عالم جس کی زمین پر امن و سکون اور جس کے ایمان پر بھی اطمینان و قرار

اس سلامتی کا قلب مومن پر پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ اسے اپنے خدا اور اپنے رب کے بارے میں ایک صحیح تصور ملتا ہے۔ یہ تصور خالص بھی ہے اور ستھرا بھی۔ یہ کہ وہ واحد معبود ہے صرف اسی کی طرف مومن متوجہ ہوتا ہے اور وہی اس کا قبلہ ہوتا ہے۔ پھر اس پر مومن مستقلاً جم جاتا ہے اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ نہ اب مختلف راستے رہتے ہیں نہ مختلف قبلے رہتے ہیں۔ اب وہ حالت نہیں رہی جیسا کہ جاہلیت کی بت پرستی میں تھی کہ ایک معبود ادھر سے اس کا پیچھا کر رہا ہے تو دوسرا ادھر سے 'بلکہ اب وہ ایک خدا ہے جس کی طرف وہ نہایت ہی اطمینان 'نہایت ہی وثوق اور نہایت صحت اور نہایت صفائی کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔

وہ ایک ایسا الٰہ ہے جو عزیز اور طاقتور ہے 'جو غالب اور قادر ہے۔ جب مومن اس کی طرف پھرتا ہے تو وہ سچائی کی ایک زبردست قوت کی طرف پھرتا ہے 'جو اس کائنات کی واحد قوت ہے۔ اب یہ اطمینان و استراحت کی زندگی بسر کرے گا اور اسے کسی جھوٹی قوت کا کوئی ڈر نہ ہو گا۔ وہ کسی چیز سے خوف نہیں کھائے گا وہ ایسے معبود کی بندگی کرے گا جو عزیز اور طاقتور ہے۔ جو غالب اور صاحب قدرت ہے۔ اس لئے اب اسے کسی چیز کی محرومی کا کوئی خوف نہ ہو گا۔ نہ وہ ایسی طاقتوں سے خوف کھائے گا نہ ایسی طاقتوں سے توقع کرے گا جن کے پاس نہ دینے کی طاقت ہے اور نہ محروم کرنے کی قوت ہے۔

وہ ایک عادل اور حکیم الٰہ ہے۔ اس کی قوت اور اس کی قدرت ہی مظالم کے خلاف ضمانت ہے۔ خواہشات نفسانیہ کے خلاف ضمانت ہے 'کھوٹ کے خلاف ضمانت ہے۔ وہ جاہلیت کے بتوں جیسا معبود نہیں ہے۔ جن کے تصور کے ساتھ سفلی جذبات اور شہوات کا تصور لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے تو وہ باطل معبودوں کو چھوڑ کر ایک مضبوط ذات کا سہارا لیتا ہے۔ جہاں سے انصاف ملتا ہے 'امن ملتا ہے اور خصوصی رعایت و اکرام حاصل ہوتا ہے۔

وہ ایک ایسا رب ہے جو نہایت مہربان ہے۔ نہایت مشفق ہے 'منعم ہے 'وہاب ہے۔ گناہ معاف کرنے والا 'توبہ قبول کرنے والا ہے۔ وہ مصیبت زدہ کی پکار کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اس کی مصیبت دور کرتا ہے 'لہٰذا ایک مسلمان اس کے سایہ عطوفت میں مانوس و مامون ہوتا ہے۔ سلامتی میں اور بہرہ مندی میں ہوتا ہے۔ اگر ضعیف ہو جائے تو اس پر رحم ہوتا ہے۔ اگر تائب ہو جائے تو معاف کر دیا جاتا ہے۔

اسلام میں آنے کے بعد ایک مومن کو اسلام سب سے پہلے اپنے اس رب کی صفات سے روشناس کراتا ہے۔ مومن ان صفات کا مطالعہ کرتا جاتا ہے۔ اس صفت میں اسے ایسا مفہوم ملتا ہے جس سے اس کا دل مانوس ہوتا جاتا ہے۔ اس کی روح مطمئن ہوتی چلی جاتی ہے اور اسے اپنے اس معبود کی طرف سے حمایت 'بچاؤ 'مہربانی 'رحمت 'عزت 'شرافت و سکون اور امن کی گارنٹی ملتی ہے۔

سلامتی کے جس نظام میں یہ مومن داخل ہوتا ہے 'اس سے اسے بندے اور خدا کے مابین تعلق کے بارے میں صحیح تصور ملتا ہے۔ نیز یہ نظام خدا اور بندے کے تعلق 'اس کائنات کے ساتھ انسان کے تعلق کے بارے میں صحیح فکر دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے سچائی کے ساتھ اس کائنات کی تخلیق کی۔ اس کائنات میں پھر اس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ پورا پورا پیدا کیا۔ پھر اس نے اس کائنات میں انسان کو ایک حکمت کے تحت پیدا کیا۔ اس لئے اسے یونہی آزاد نہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اللہ نے تمام کائناتی ماحول کو ایسا بنایا ہے کہ یہ سب کا سب اور اس کی ہر چیز انسانوں کے لئے ممد حیات ہے۔ پھر زمین کے اندر جتنی چیزیں ہیں ان پر انسان کا اقتدار قائم کیا۔ (اللہ کے نزدیک بھی انسان بڑی ذی شرف مخلوق ہے۔ اس زمین پر وہ اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اس منصب خلافت کے چلانے میں خود اللہ اس کا مددگار ہے۔ اور پھر اس انسان کے اردگرد پھیلی ہوئی یہ کائنات بھی اس کی ہمدم ہے 'اس کے ساتھ مانوس ہے۔ کائنات کی روح انسان کی روح سے ہم آہنگ ہے۔ یہ کائنات بھی اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور انسان بھی اس کی تمجید کرتا ہے۔ کائنات کیا ہے بلکہ ارض و سماوات میں

ایک میلہ ہے جو قادر مطلق نے اس انسان کی فرحت طبع کے لئے قائم کیا ہے اور اسے دعوت دی ہے کہ وہ اس میلے میں شریک ہو۔ اس کے خلا کو بھردے اور اس کے ساتھ مانوس ہو جائے۔ اسے کہا گیا ہے کہ وہ اس کائنات عظیم کی ہر چیز کے ساتھ محبت کرے' اس کے ہر انداز کے ساتھ پیار کرے' اس کائنات میں تو بے شمار ہمدم ہیں اور وہ بھی خصوصی دعوت پر اس میلے میں وارد ہیں' غرض کائنات کی سب چیزیں بے جان یا زندہ سب کی سب اس جشن نوبہار اں کے ارکان ہیں اور پیار کی مستحق ہیں۔

آشتی کا یہ نظام مسلمان کو ایک نظریۂ حیات عطا کرتا ہے۔ اس نظریہ کے ساتھ وہ اگر ایک حقیر پودے کو دیکھتا ہے' جسے پانی کی ضرورت ہے اور پھر اسے سیراب کر دیتا ہے' اس کی نشوونما میں معاون ہوتا ہے' اس کی راہ میں حائل مشکلات کو دور کرتا ہے' تو اس نظریۂ حیات کے مطابق محض اس فعل پر بھی وہ ماجور ہو گا۔ کیا حسین نظریہ ہے! کیا ہی قیمتی نظریہ ہے! جو ایک ماننے والے کی روح کو امن سے بھر دیتا ہے۔ وہ اس پوری کائنات کا ہمدم بن جاتا ہے اور ہر موجود کو گلے لگاتا ہے۔ وہ اس طرح بن جاتا ہے کہ ایک قمقمے کی طرح اپنی ہر طرف امن و سلامتی اور رفق و محبت کی ضوپاشی کرتا رہتا ہے۔

پھر اس نظام میں عقیدہ آخرت ہے۔ مومن کی روح اور مومن کی دنیا میں یہ عقیدہ بہت اہم رول ادا کرتا ہے۔ اس پر سلامتی کا فیضان ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی سے ہر قسم کی بے چینی' پریشانی' مایوسی اور جھنجلاہٹ دور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حساب و کتاب اس دنیا ہی میں ختم نہیں ہو جاتا' ضروری نہیں ہے کہ پوری پوری چیز اس دنیا میں چکادی جائے۔ اصل حساب و کتاب تو عادل مطلق کی عدالت میں ہو گا۔ اس لئے وہ اگر کوئی بھلائی کرتا ہے' اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتا ہے اور اس دنیا میں کامیاب نہیں ہوتا اور اسے اس کا کوئی صلہ نہیں ملتا تو اسے کوئی ندامت نہیں ہوتی۔ اسے اس پر کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی کہ اس دنیا میں' دنیا والوں کے معیاروں کے مطابق' اسے کوئی صلہ نہیں ملا' نہیں ملا تو نہ ملے۔ عنقریب اسے اللہ کی میزان کے مطابق مل جائے گا اور پورا پورا۔ جب اس دنیا میں حقوق کی غیر منصفانہ تقسیم ہوتی ہے۔ اس کے منشاء کے خلاف تقسیم ہوتی ہے تو وہ "عدل" کے معاملے میں مایوس نہیں ہوتا' عدالت تو لازماً لگنے والی ہے۔ جس کا افسر رب العباد ہے' جو اپنے عباد پر ظلم و زیادتی کا ارادہ ہی نہیں کرتا چہ جائیکہ ظلم کرے۔

اس دنیا میں ایک مجنونانہ کشمکش برپا ہے۔ اس کشمکش میں بالعموم بلند اقدار پامال ہو رہی ہیں۔ آبروئیں لٹ رہی ہیں۔ بے شرمی اور بے حیائی سے حقوق پامال ہوتے ہیں' لیکن مومن سلامتی و آشتی کے اس نظام حیات میں داخل ہونے والا مومن اس سے دور رہتا ہے۔ یہ عقیدہ آخرت ہی ہے' جو اسے اس گندگی سے دور رکھتا ہے۔ وہ تو آخرت پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ وہاں داد و دہش ہے' وہاں تلافی مافات ہے۔ وہاں عطاو غنا ہے۔ یہ دنیا باہمی مسابقت کا ایک میدان ہے۔ باہمی حسد و منافقت کی ایک جنگاہ ہے۔

زندگی کا یہ تصور قلب مومن پر سکون و سلامتی اور صبر و قناعت کی بارش کر دیتا ہے۔ جب وہ اس دوڑ میں حصہ لینے والوں کی حرکات کو دیکھتا ہے تو یہ اسے بھلی معلوم نہیں ہوتیں۔ انسان میں قدرتاً یہ شعور ہوتا ہے کہ زندگی مختصر ہے۔ فرصت کے لمحات تھوڑے ہیں۔ زندگی کی اس دوڑ میں پھر یہ شعور شدید سے شدید تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اسلامی نظریۂ حیات کا عقیدہ آخرت پیاس کی اس شدت کو کم کر دیتا ہے۔

پھر امن و آشتی کے اس نظام میں' انسان کو وجود میں لانے کی غرض و غایت اور اس کا مقصد تخلیق اللہ کی بندگی اور اللہ کی غلامی کو قرار دیا جاتا ہے۔ وہ پیدا ہی اس لئے ہوا ہے کہ اللہ کی غلامی کرے' حقیقت یہ ہے کہ اس طرح' یہ انسان کی ایک بلند اور روشن افق پر ایک بلند ستارہ بن جاتا ہے۔ اس کا ضمیر اور اس کا شعور بلند ہو جاتے ہیں۔ اس کے اعمال اور اس کی سرگرمیاں بلند ہو جاتی ہیں۔ اس کے وسائل اور اس کے ذرائع پاک ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے تمام اعمال اور تمام سرگرمیوں میں اللہ کا غلام بن جاتا ہے۔ اس کا کمانا اور اس کا خرچ کرنا بھی

عبادت بن جاتے ہیں۔ وہ دنیا میں منصب خلافت حاصل کرتا ہے اور یہاں اسلامی نظام زندگی قائم کرتا ہے تو بھی عبادت کرتا ہے۔ بندگی ' عبادت اور غلامی کے اس تصور کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلم نہ غدار ہوتا ہے نہ بدکار ' وہ نہ فریب کار ہوتا ہے نہ دھوکہ باز ' نہ ظالم ہوتا اور نہ جبار ' وہ حصول مقصد کے لئے ناپاک ذرائع کام میں نہیں لاتا ' نہ وہ خسیسانہ وسائل سے کام لیتا ہے۔ وہ منزل تک پہنچنے کے لئے بے تاب بھی نہیں ہوتا۔ وہ عجلت و جلد بازی نہیں کرتا اور وہ اپنے آپ کو دنیاوی مشکلات میں نہیں پھنساتا۔ وہ خالص نیت کے ساتھ مسلسل عمل کے ساتھ ' اپنی طاقت کے حدود میں رہتے ہوئے ' اپنے نصب العین کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی خوف اور کوئی لالچ اس کے نفس پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ زندگی کے اس سفر کے مختلف مراحل میں سے کسی مرحلے میں بھی وہ بے چین نہیں ہو جاتا۔ اس لئے کہ ہر قدم پر وہ اللہ کی عبادت میں ہوتا ہے۔ وہ ہر خطرے کو انگیز کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہی اس کا مقصد تخلیق ہے۔ غرض وہ ہر سرگرمی اور ہر میدان میں بلندیوں کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اپنے اللہ رب العالمین اور اپنے خالق کی سمت میں۔

مومن کا یہ شعور کہ وہ اللہ کی تقدیر کا ہمدم ہے۔ شاہراہ تقدیر پر گامزن ہے۔ وہ اللہ کی بندگی میں ہے ' وہ ارادۂ الٰہی کا عملی مظہر ہے ' اس کی روح پر طمانیت کی بارش کر دیتا ہے۔ اس کا پیمانہ دل سکون و قرار سے لبریز ہو جاتا ہے۔ کسی تحیر کے بغیر ' کسی بے چینی کے بغیر ' کسی جھنجلاہٹ کے بغیر اور مصائب و مشکلات کو خاطر میں لائے بغیر اپنے نشان منزل کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی اعانت اور نصرت سے مایوس نہیں ہوتا۔ اسے یہ خوف بھی نہیں رہتا کہ اس کا نصب العین نظروں سے اوجھل ہو جائے گا یا اس کا اجر ضائع ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ ' اللہ کے دشمنوں کے ساتھ برسرجنگ بھی ہوتا ہے لیکن اس کی روح میں ٹھہراؤ اور سکون ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ نہ جاہ و منصب کے لئے لڑ رہا ہوتا ہے ' نہ دولت اور غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور نہ اغراض دنیا میں سے کسی غرض کے لئے برسرپیکار ہے۔

قلب مومن یہ شعور لئے ہوئے ہے کہ وہ اس پوری کائنات میں سنت اللہ کا ہمقدم ہے۔ اس کا قانون قانون فطرت ہے۔ اس کا رخ اسی سمت ہے جو فطرت کائنات کی سمت ہے۔ پس اس کے اور اقوائے فطرت کے درمیان کوئی تصادم نہیں ' حقائق فطرت کے ساتھ اس کی کوئی لڑائی نہیں۔ اس لئے مومن کی فطری قوتیں اور اس کائنات کی قوتیں ہم آہنگ ہو جاتی ہیں۔ ان کے درمیان ٹکراؤ کے نتیجے میں یہ قوتیں بکھر نہیں جاتیں۔ منتشر نہیں ہو جاتیں بلکہ اس کائنات کی تمام قوتیں ایک مسلمان کی قوتوں کے ساتھ آملتی ہیں۔ یہ قوتیں بھی اسی روشنی کے ساتھ منزل تلاش کرتی ہیں جس کے ساتھ مرد مومن تلاش کرتا ہے۔ غرض کائنات کی تمام قوتیں اللہ کی سمت میں رواں دواں ہیں اور مرد مومن بھی اس طرف رواں دواں ہے۔

اسلام نے ' مسلمانوں کے لئے جو فرائض مقرر کئے ہیں وہ فطری ہیں ' فطرت کی تصحیح کے لئے ہیں۔ سب کے سب انسانی طاقت کے حدود میں ہیں۔ ان میں انسان کے مزاج اور اس کے عناصر تکوینی کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام انسان کی قوتوں میں سے کسی قوت کو بھی مہمل رہنے نہیں دیتا ' ہر قوت کام میں لگی ہوتی ہے ' نشوونما اور تعمیر و ترقی میں اپنا پارٹ ادا کر رہی ہوتی ہے۔ وہ انسان کی روحانی اور جسمانی ضروریات میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کرتا ' بلکہ وہ بڑی آسانی ' بڑی نرمی ' بڑی فراخ دلی کے ساتھ انسان کے تمام دواعی فطرت کو پورا کرتا ہے۔ اس لئے ان عبادات پر عمل پیرا ہوتے وقت اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی ' بے چینی کا مقابلہ نہیں کرنا ہوتا۔ وہ ان عبادات و فرائض پر اپنی طاقت و قدرت کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور بڑی طمانیت قلب کے ساتھ ' بڑے روحانی سکون کے ساتھ مسلسل اپنی منزل طے کرتا چلا جاتا ہے۔ کدھر؟ اپنے خالق معبود کی طرف۔

اسلام ' یعنی ربانی نظام زندگی جس معاشرے کو جنم دیتا ہے ' وہ معاشرہ بھی امن و سلامتی کا مینار ہے۔ یہ مینار ایک اونچے مقام سے مسلسل امن و آشتی کی ضو پاشی کر رہا ہے۔ یہ معاشرہ اس نظام کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ جس کی کونپلیں اس قیمتی اور حسین نظریۂ حیات کے

شجر سے پھوٹتی ہیں جو قلب مومن میں جاگزیں ہے' یہ معاشرہ حفظ نفس' حفظ آبرو اور حفظ مال کی خدائی تحفظات (Guaranties) کے سائے میں نشوونما پاتا ہے۔

ایسا معاشرہ' جس کے سپوت بھائی بھائی ہوں' ایک دوسرے کے ساتھ پیار کرنے والے ہوں' ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوں' ایک دوسرے کا سہارا ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ اجتماعی طور پر ضامن (SocialSureties) ہوں اور جس کا ہر جزدوسرے اجزاء کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ تاریخ میں ایک بار تو اسلام ایسے معاشرے کو عملاً وجود میں لایا۔ بہت اعلیٰ و اصفیٰ شکل میں' اپنی ترقی یافتہ صورت میں' اسلامی تاریخ کے بعد کے ادوار میں بھی ایسے معاشرے وجود میں آتے رہے جو اپنے معیار کے اعتبار سے بے شک بعض کم رہے' بعض اچھے رہے' لیکن اپنی کمزوریوں کے باوجود وہ ان تمام معاشروں سے اونچے رہے جو کبھی بھی وجود میں آئے' چاہے جاہلیت قدیمہ کے دور میں ہوں' چاہے جاہلیت جدیدہ کے دور میں ہوں بلکہ ان تمام معاشروں سے بھی جو اگرچہ جاہل نہ ہوں' لیکن ان میں جاہلیت کی آمیزش آگئی ہو۔ جو جاہلیت کے ساتھ آلودہ ہو چکے ہیں اور جن کی فکر میں اور جن کے نظم اجتماعی میں صرف دنیاوی تصورات ہی کارفرما ہوں۔

یہ معاشرہ یعنی اسلامی معاشرہ ایسا ہوتا ہے جس کے افراد و اجزاء میں صرف ایک رابطہ ہوتا ہے یعنی نظریۂ حیات کا رابطہ۔ یہ بہت ہی وسیع نظریاتی معاشرہ ہوتا ہے۔ تمام قومیات' تمام ملکی حدود' تمام زبانیں اور تمام رنگ اس کے مقابلے میں پگھل کر فنا ہو جاتے ہیں۔ غرض تمام غلط افکار قومیت' لسانیت' وطنیت اور رنگ و نسل کے تمام فکری فتنے جن کا انسان کی انسانیت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوتا وہ سب کے سب پگھل کر اس وسیع الاساس اسلامی معاشرے میں جذب ہو جاتے ہیں۔

ذرا سنئے! اس معاشرے کے بارے میں اللہ کی ہدایات :"بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔۱۔ اس معاشرے کی بہترین تصویر حضور ﷺ نے ایک مشہور حدیث میں کھینچی ہے :"باہمی محبت' باہمی رحم' باہمی مہربانی کے لحاظ سے' مومنین کی مثال ایک جسم واحد کی سی ہے۔ جسم میں سے ایک عضو بھی تکلیف میں ہو تو تمام جسم بے آرام ہوتا ہے۔ پورا جسم جاگتا ہے اور پورے جسم میں بخار کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔۲۔

ذرا دیکھئے اس معاشرے کے عمومی آداب کیسے حسین ہیں اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا کم از کم ۳۔ اسی طرح "اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر' نہ زمین میں اکڑ کر چل' اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا ۴۔ بدی کو نیکی سے رفع کر جو بہترین ہو۔' تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی' وہ جگری دوست بن گیا۔"۵۔ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں' ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں' ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے اور جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں"۶۔ "اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو' اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے رحیم ہے"۷۔

یہ معاشرہ ایسا ہے جو اپنے کو یہ ضمانتیں (Securities) دیتا ہے :"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے' تو تحقیق کر لیا کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔"

۱۔ سورۃ الحجرات ۱۰۔ ۲۔ روایت امام احمد۔ ۳۔ نساء ۸۶۔ ۴۔ لقمان ۱۸۔ ۵۔ حم سجدہ ۳۴۔ ۶۔ الحجرات ۱۱۔ ۷۔ الحجرات ۱۲

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو"۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک گھر والوں کی رضا نہ لے لو' اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج دو۔ ا۔ "ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے یعنی اس کا خون' اس کی عزت اور اس کا مال۔"

یہ پاک معاشرہ ایسا ہے کہ اس میں فحاشی نہیں پھیل سکتی۔ اس میں بے حیائی کو پسند نہیں کیا جاتا۔ اس میں فتنے کا رواج نہیں۔ اس میں عریانی نہیں پھیلتی۔ آنکھیں پوشیدہ مقامات جسم کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتیں۔ اس میں لوگوں کی عصمتیں آزاد شہوت رانی سے محفوظ ہوتی ہیں۔ اس میں جنسی خواہشات اور خون اور گوشت کا ملاپ اس طرح آزاد نہیں ہوتا جس طرح نظام جاہلیت میں ہوتا ہے' خواہ جاہلیت قدیمہ ہو یا جدیدہ۔ اس سلسلے میں اس اسلامی معاشرہ پر ربانی ہدایات کی حکمرانی ہوتی ہے اور وہ ہروقت اپنے رب کی بات سنتا ہے۔ آپ بھی سنیں ۲: "جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۳۔" "زانیہ عورت اور زانی مرد' دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔"۳

"اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں' پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں' ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو' اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔" ۴ "اے نبی مومنین مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے' جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے' اور اے نبی مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظر بچا کر رکھیں' اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں' بجز اس کے کہ جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنے بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر' باپ' شوہروں کے باپ' اپنے بیٹے' شوہروں کے بیٹے' بھائی' بھائیوں کے بیٹے' بہنوں کے بیٹے' اپنے میل جول کی عورتوں' اپنے لونڈی غلام' وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو' اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو' توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

"۵۔ پھر قرآن مجید خود حضور ﷺ کی عورتوں سے بھی خطاب کرتا ہے جو کرۂ ارض پر پاکیزہ ترین عورتیں تھیں' پاکیزہ ترین گھر' پاکیزہ ترین خاندان میں اور پھر پاکیزہ ترین دور میں۔

"نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو' اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔"۶

ایسے معاشرہ میں بیوی کو خاوند پر اعتماد ہوتا ہے۔ خاوند کو بیوی پر اعتماد ہوتا ہے۔ والدین و سرپرست اپنی حرمتوں اور عصمتوں کے بارے میں مطمئن ہوتے ہیں۔ لوگوں کو اپنے دلوں اور اپنے اعصاب پر اعتماد ہوتا ہے۔ نظروں سے فتنے اوجھل ہوتے ہیں' اس لئے وہ دلوں کو ممنوعات کی طرف کھینچ ہی نہیں سکتیں۔ اس کے مقابلے میں آج کل کے مغربی ممالک کا حال یہ ہے کہ

ا۔ النور ۲۷۔ ۲۔ نور ۱۹۔ ۳۔ نور: ۴۔ النور ۳۱۔ ۵۔ الاحزاب ۳۳

دزدیدہ نگاہوں کا تبادلہ ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ اس معاشرے کے افراد کو ہر وقت خواہشات کو دبانا پڑتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ کئی قسم کی نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے اعصاب میں ہر وقت تناؤ ہوتا ہے جبکہ اسلام کا پاکیزہ اور عفت مآب معاشرہ ہر وقت تھما ہوا ہے۔ اس معاشرے پر ہر وقت امن' پاکیزگی اور سلامتی کے کشادہ پردوں کا سایہ ہوتا ہے۔

اور سب سے آخر میں یہ کہ معاشرہ ہر اس شخص کو جو کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے' رزق حلال اور روزگار کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ معاشرہ ہر معذور شخص کو شریفانہ زندگی اور مناسب ضروریات زندگی کی ضمانت دیتا ہے۔ جو شخص عفت اور پاکدامنی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے' اس معاشرے میں اس کے لئے جائز نکاح کی سہولتیں ہوتی ہیں۔ اسے صالح رفیقہ حیات ملتی ہے۔ یہ ایسا معاشرہ ہوتا ہے کہ اگر اس کے کسی محلے میں کوئی بھوک سے مر جائے تو وہ تمام محلہ کو اس موت کا قانوناً ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ اور ان پر تعزیری سزا عائد کرتا ہے' بعض فقہاء اور قانون دانوں نے لکھا ہے کہ اہل محلہ کو بطور تاوان اس شخص کی دیت ادا کرنی ہوگی۔

اور پھر ایک نئے پہلو سے دیکھئے' یہ معاشرہ اپنے افراد کو شہری آزادیوں کی ضمانت دیتا ہے۔ اس میں لوگوں کی شرافت' ان کی عزتیں اور ان کے جان و مال از روئے قانون محفوظ ہوتے ہیں۔ اس بات کی ضمانت خود شارع مطلق رب ذوالجلال دیتا ہے' جو مطاع ہے اور اس معاشرے میں اس کی ہر بات قانون ہے۔ لہٰذا اس معاشرے میں محض شک کی بنا پر کوئی نہ پکڑا جائے گا۔ کسی کی دیوار پھاند کر کوئی کسی کا حق تنہائی چھین نہ لے گا۔ کوئی شخص کسی کے خلاف تجسس نہ کر سکے گا۔ اس معاشرے میں اگر کسی کا خون بہا تو وہ لغو نہ جائے گا بلکہ قصاص نافذ ہوگا۔ کسی کا مال چوری یا ڈاکے میں نہ جائے گا کیونکہ اس میں حدود نافذ ہیں۔

اور پھر اس معاشرے کا سیاسی نظام شوریٰ (Parliament) تعاون اور آزادی رائے اور ضمانت حق تنقید (نصیح) پر قائم ہوتا ہے۔ اس معاشرے میں انصاف اور قانون کی نظروں میں سب لوگ برابر ہوتے ہیں۔ اس کا ہر فرد یہ شعور رکھتا ہے کہ اس کے بارے میں ہر قانونی فیصلہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اللہ کے قانون کا فیصلہ ہے' اس میں نہ حاکم وقت کا دخل ہے' نہ اس کے کسی حاشیہ نشین کا دخل ہے اور نہ ہی اہل کاران سرکار کے رشتہ داروں کا دخل۔

الغرض پورے انسانی معاشروں میں یہ واحد معاشرہ ہے' جس میں انسان' انسان کے تابع نہیں ہے' بلکہ تمام انسان حاکم ہوں یا محکوم ہر صورت میں اللہ اور اس کی شریعت کے تابع ہیں۔ حاکم ہوں کہ محکوم دونوں اللہ کی شریعت کو نافذ کرتے ہیں' چنانچہ سب کے سب برابری اور مساوات کے ساتھ' پورے ایمان' پورے یقین اور پورے وثوق کے ساتھ' اللہ رب العالمین اور احکم الحاکمین کے سامنے قدم بقدم کھڑے ہوتے ہیں۔

یہ سب معانی السلم کے مفہوم میں داخل ہوتے ہیں' جو آیت میں استعمال ہوا ہے اور جس میں مومنین کو پورا پورا داخل ہونے کی دعوت دی گئی ہے تاکہ وہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ پورے کے پورے سپرد کر دیں۔ اس طرح کہ ان کے لئے ان کے نفس کا کچھ حصہ بھی نہ رہے۔ سب کا سب اللہ کا ہو جائے' اطاعت و انقیاد میں اور تسلیم و رضا میں۔

امن و سلامتی کے اس مفہوم کا صحیح ادراک تب ہی ہو سکتا ہے جب ہم ان معاشروں کا مطالعہ کریں' جو اسلام سے متعارف نہیں ہیں یا اسلام سے متعارف تو ہیں لیکن پھر بھی اس سے بیگانہ ہو گئے ہیں اور دوبارہ نظام جاہلیت کی طرف پلٹ گئے ہیں اور مختلف ادوار میں انہوں نے اپنے لئے مختلف نام اور مختلف عنوان تجویز کئے۔ ان معاشروں کی حالت یہ ہے کہ وہ بے یقینی میں مبتلا ہیں۔ ایمان سے خالی ہیں۔ ان کے افراد نفسیاتی اور اعصابی پریشانیوں اور بے چینیوں کا شکار ہیں۔ یہ معاشرے تہذیبی ترقی کے اعلیٰ معیار تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ان میں ساری سہولتیں اپنے انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں اور وہ تمام سہولتیں وافر ہیں جنہیں کوئی بھی گم کردہ راہ جاہلی تہذیب ترقی کیلئے ضروری سمجھتی ہو۔

اس مثال کا مطالعہ کیجئے۔ سویڈن دنیا کے تمام ممالک کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ ہے جس کے ہر فرد پر قومی دولت سے پانچ سو پونڈ سالانہ خرچ کیا جاتا ہے۔ جہاں ہر آدمی کے لئے علاج و معالجے کی ضمانت حاصل ہے۔ جہاں علاج کیلئے نقد رقم دی جاتی ہے' اور ہسپتالوں میں علاج مفت ہے۔ جہاں ہر مرحلہ تعلیم میں تعلیم بالکل مفت ہے' جہاں ہر طالب علم کو کپڑوں کا الاؤنس دیا جاتا ہے۔ اور لائق طالب علموں کو قرض بھی دیا جاتا ہے' جہاں حکومت تین سو پونڈ شادی الاؤنس دیتی ہے تاکہ گھریلو سامان خریدا جا سکے۔ غرض ان کے علاوہ متعدد سہولیات اور آسانیاں ہیں جو وہاں عوام کو میسر ہیں لیکن اس مادی ترقی اور تہذیبی سہولتوں کے نتائج کیا ہے؟ جبکہ ان فرزندان تہذیب کے دل ایمان سے خالی ہیں۔

اس قوم کا حال یہ ہے کہ آزادانہ جنسی اختلاط کی وجہ سے جسمانی لحاظ سے پوری قوم مسلسل روبزوال ہے۔ آزادانہ جنسی اختلاط' فتنہ انگیز عریانی اور آزادانہ جنسی بے راہ روی کی وجہ سے ہر چھٹی شادی طلاق پر منتج ہوتی ہے۔[ا] جدید نسل بری طرح منشیات کی عادی ہو چکی ہے۔ ان منشیات کے استعمال سے یہ لوگ اس روحانی خلا کو بھرتے ہیں اور بے یقینی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عدم اطمینان کا نعم البدل تلاش کرتے ہیں۔ نفسیاتی بیماریاں' اعصابی بیماریاں اور جنسی بیماریاں وبا کی طرح ان کے دماغ' ان کے اعصاب اور ان کی روح پر حملہ آور ہیں اور ہزاروں آدمی ان میں بری طرح مبتلا ہیں۔ اس بے چینی کی انتہا اس وقت ہوتی ہے' جب ایک شخص تنگ آکر خودکشی کا فیصلہ کرتا ہے۔

امریکہ کا حال بھی ایسا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ اور روس کے حالات تو اس سے بھی بدتر ہیں۔

یہ تلخی اور بدبختی مقدر ہے ہر اس شخص کے لئے جس کا دل فرحت ایمان سے خالی ہے' بشاشت ایمانی سے خالی۔ ایسا شخص ہرگز امن و سلامتی سے لطف نہیں اٹھا سکتا' جس میں پوری طرح داخل ہونے کی دعوت' مسلمانوں کو دی جا رہی ہے تاکہ وہ اس کے سائے میں امن و آرام اور قرار و سکون سے خوش و خرم رہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ "اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں' امن میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو' کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

اس دعوت کے ساتھ ساتھ کہ تم پورے کے پورے' اس امن و سلامتی (اسلام) میں داخل ہو جاؤ' مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم ہرگز شیطان کی پیروی نہ کرنا۔ کیونکہ راستے دو ہی ہیں۔ ایک اسلام کا' سلامتی کا راستہ اور دوسرا شیطان کے نقش قدم والا راستہ۔ ایک طرف ہدایت کی راہ ہے' دوسری طرف گمراہی کی راہ ہے۔ ایک طرف اسلام ہے' اور دوسری طرف جاہلیت ہے۔ یا اللہ کا راستہ یا شیطان کا راستہ یا اللہ کی ہدایت ہے اور یا شیطان کی غوایت ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے موقف کے فیصلہ کن انداز کو اچھی طرح سمجھے' چنانچہ اس سلسلے میں وہ کسی تردد' کسی حیرانی کو قریب نہ آنے دے اور مختلف راستوں کو دیکھ کر ایک منٹ کے لئے بھی متحیر نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک مومن کو یہ آزادی نہیں دی گئی کہ وہ زندگی کے متعدد نظاموں میں سے کسی ایک نظام حیات کو اپنے لئے چن لے۔ یا ایک دو نظاموں کے اجزا کو ملا کر ایک تیسرا نظام گھڑ لے۔ اس کے لئے صرف دو راستے ہیں' حق ہے یا باطل' ہدایت ہے یا ضلالت' اسلام ہے یا جاہلیت' اللہ کا نظام زندگی ہے یا شیطان کی گمراہی ہے۔ یہاں اس آیت میں ایک تو اللہ مسلمانوں کو یہ دعوت دیتا ہے کہ وہ پورے کے پورے سلامتی کے اس نظام میں آ جائیں۔ دوسرے انہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ وہ شیطان کی پیروی کریں۔ یہاں ان

ا۔ یاد رہے کہ ایک فرد بار بار شادی کرتا ہے اس لئے کوئی فرد ایسا نہیں رہتا جس نے کبھی طلاق نہ دی ہو یا طلاق نہ لی ہو۔ الا ماشاء اللہ

کے ضمیر اور شعور کو بیدار کیا جا رہا ہے۔ انہیں شیطان کی جدی عداوت یاد دلا کر چوکنا کیا جا رہا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ شیطان کی تمہارے ساتھ جو دشمنی ہے وہ کوئی پوشیدہ اور چھپی ہوئی دشمنی نہیں ہے۔ یہ بالکل بین اور واضح ہے۔ اسے تو صرف وہ شخص بھول سکتا ہے جو غافل ہو۔ اور غفلت اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

اب بتایا جاتا ہے کہ اگر ان ہدایات اور واضح ہدایات کے بعد بھی تم لغزش کھاتے ہو تو تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا۔ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ "جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں' اگر ان کے پا لینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی' تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حاکم ہے۔"

وہ عزیز ہے اور غالب ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ وہ قوت' قدرت اور غلبے کا مالک ہے۔ اگر وہ اللہ کی ہدایات کی خلاف ورزی کریں گے تو انہیں اللہ کی قوت قاہرہ کا سامنا کرنا ہوگا۔ اور وہ حکیم ہے' صاحب حکمت ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اس نے تمہارے لئے جو نظام زندگی تجویز کیا ہے' وہ بہتر ہے اور جس سے اس نے تمہیں روکا ہے وہ دراصل تمہارے لئے برا ہے اور اگر وہ اللہ کے احکام کی پیروی نہیں کریں گے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے نہیں بچیں گے تو انہیں سخت خسارہ ہوگا۔ اس لئے اس تعقیب اور خلاصے کے دونوں حصے دراصل سخت تنبیہ ہیں اور ایک ڈراوا ہے۔

اب یہاں سے تنبیہ و تخویف کے لئے ایک جدید اسلوب اختیار کیا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اسلام میں پورے پورے نہ آنے اور شیطان کی پیروی اختیار کرنے پر نتائج کیا ہو سکتے ہیں۔ اب خطاب کا انداز ترک کرکے غائب کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾

۲۵
ع۱۴
۹

"کیا اب وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے' فرشتوں کے پرے ساتھ لئے' خود سامنے آموجود ہو اور فیصلہ ہی کر ڈالا جائے۔ آخر کار سارے معاملات پیش تو اللہ ہی کے حضور ہونے والے ہیں۔"

ھل' کے لفظ کے ساتھ عربی میں ایسا سوال ہوتا ہے جس میں ناپسندیدگی کا اظہار بھی ہو۔ اس کے جواب میں وہ وجوہات بیان کی گئی ہیں جن کی وجہ سے بعض مخالفین' اسلام کو قبول کرنے میں پس و پیش کر رہے ہیں اور پورے کے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوتے۔ وہ کیا وجہ ہے جس کی وجہ سے وہ اسلام کی اس دعوت کو قبول نہیں کرتے؟ وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ اسی طرح بغیر کسی وجہ کے انتظار کرتے رہیں گے' اور اللہ تعالیٰ بادلوں کا چتر لگائے آجائے گا' فرشتے آجائیں گے؟ بالفاظ دیگر' کیا یہ لوگ اس خوفناک دن کا انتظار کر رہے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے ہوئے آئیں گے اور فرشتے صفیں باندھے ہوئے ہوں گے کوئی بات نہ کرے گا۔ مگر وہ شخص جسے بات کی اجازت ہوگی اور وہ بات بھی درست کر رہا ہوگا۔

اچانک...... ہم اس تہدید آمیز سوال کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ گویا وہ دن پہنچ ہی گیا اور فیصلہ ہو ہی گیا۔ معاملہ ختم ہی ہو گیا۔ لوگوں کے سامنے اچانک وہ منظر آجاتا ہے' جس سے انہیں ڈرایا جا رہا تھا۔ جس کی طرف اشارہ ہو رہا تھا۔

معارف ومسائل

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ، سَلَم بالکسر والفتح دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے ، ایک صلح دوسرے اسلام ، اس جگہ جمہور صحابہؓ و تابعینؒ کے نزدیک اسلام مراد ہے (ابن کثیر) لفظ کَآفَّۃ - جمیعًا اور عامۃً کے معنی میں آتا ہے ، یہ لفظ اس جگہ ترکیب میں حال واقع ہوا ہے ، جس میں دو احتمال ہیں ، ایک یہ کہ ضمیر اُدْخُلُوْا کا حال قرار دیا جائے ، دوسرے یہ کہ سلم بمعنی اسلام کا حال ہو ، پہلی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ تم پورے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ یعنی تمہارے ہاتھ پاؤں ، آنکھ ، کان ، دل اور دماغ سب کا سب دائرۂ اسلام و اطاعتِ الٰہیہ کے اندر داخل ہونا چاہئے ، ایسا نہ ہو کہ ہاتھ پاؤں سے تو احکامِ اسلامیہ بجالا رہے ہو مگر دل و دماغ اس پر مطمئن نہیں ، یا دل دماغ سے تو اس پر مطمئن ہو مگر ہاتھ پاؤں اور اعضاء و جوارح کا عمل اس سے باہر ہے ۔

اور دوسری صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ تم داخل ہوجاؤ مکمل اور پورے اسلام میں ، یعنی ایسا نہ ہو کہ اسلام کے بعض احکام کو تو قبول کرو بعض میں پس و پیش رہے ، اور چونکہ اسلام نام ہے اس مکمل نظامِ حیات کا جو قرآن و سنت میں بیان ہوا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو ، یا معاملات و معاشرت سے ، حکومت و سیاست سے اس کا تعلق ہو یا تجارت و صنعت وغیرہ سے اسلام کا جو مکمل نظامِ حیات ہے تم سب اس پورے نظام میں داخل ہوجاؤ ۔

خلاصہ دونوں صورتوں کا قریب قریب یہی ہے کہ احکامِ اسلام خواہ وہ کسی شعبۂ زندگی سے متعلق ہوں اور اعضاءِ ظاہری سے متعلق ہوں یا قلب اور باطن سے ان کا تعلق ہو ، جب تک ان تمام احکام کو سچے دل سے قبول نہ کرو گے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہوگے ۔

اس آیت کا شانِ نزول جو اوپر بیان ہوا ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ صرف اسلام ہی کی تعلیمات تمہارا مطمحِ نظر ہونا چاہئے ، اس کو پورا پورا اختیار کرلو تو وہ تمہیں سارے مذاہب و ملل سے بے نیاز کردے گا ۔

تنبیہ :- اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی تنبیہ ہے جنھوں نے اسلام کو صرف مسجد اور عبادات کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے ، معاملات اور معاشرت کے احکام کو گویا دین کا جزء ہی نہیں سمجھتے ، اصطلاحی دینداروں میں یہ غفلت عام ہے ، حقوق و معاملات اور خصوصًا حقوقِ معاشرت سے بالکل بیگانہ ہیں ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان احکام کو وہ اسلام کے احکام ہی یقین نہیں کرتے ، نہ اُن کے معلوم کرنے یا سیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں نہ اُن پر عمل کرنے کا ، نعوذ باللہ کم از کم مختصر رسالہ آدابِ معاشرت حضرت سیدی حکیم الامتؒ کا ہر مسلمان مرد و عورت کو ضرور پڑھ لینا چاہئے ۔

رابطِ آیات
اور پر مخلص کی مدح تھی، بعض اوقات اس اخلاص میں غلطی سے غلو اور افراط ہوجاتا ہے یعنی قصد تو ہوتا ہے زیادہ اطاعت کا مگر وہ اطاعت بنظر غائر حدِ شریعت و سنت سے متجاوز ہوتی ہے، اس کو بدعت کہتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ جو پہلے علماء یہود سے تھے، اور اس مذہب میں ہفتہ کا روز معظم تھا، اور اونٹ کا گوشت حرام تھا، ان صاحبوں کو بعد اسلام کے یہ خیال ہوا کہ شریعتِ موسویؑ میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی، اور شریعتِ محمدیہ میں اس کی بےتعظیمی واجب نہیں، اسی طرح شریعت موسویہؑ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں، سو اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کردیں تو شریعتِ موسویؑ کی بھی رعایت ہوجاوے اور شریعتِ محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہوگا، اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس خیال کی اصلاح آیت آئندہ میں کسی قدر اہتمام سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اور اس کا کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابلِ رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جاوے، اور ایسے امر کو دین سمجھنا ایک شیطانی لغزش ہے، اور بہ نسبت ظاہری معاصی کے اس کا عذاب زیادہ سخت ہونے کا خطرہ ہے۔

خلاصۂ تفسیر
اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو (یہ نہیں کہ کچھ یہودیت کی بھی رعایت کرو) اور (ایسے خیالات میں پڑکر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو، واقعی وہ تمھارا کھلا دشمن ہے (کہ ایسی پٹی پڑھا دیتا ہے کہ ظاہر میں تو سراسر دین معلوم ہو اور فی الحقیقت بالکل دین کے خلاف) پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں (احکام و شرائع اسلام کی) پہنچ چکی ہیں، (پھر بھی صراط مستقیم سے) لغزش کرنے لگو تو یقین رکھو کہ حق تعالیٰ (بڑے) زبردست ہیں (سخت سزا دینگے اور کچھ دنوں تک سزا نہ دیں تو اس سے دھوکہ مت کھانا کیونکہ وہ) حکمت والے (بھی) ہیں (کسی حکمت و مصلحت سے کبھی سزا میں دیر بھی کردیتے ہیں معلوم ہوتا ہے) یہ لوگ (جو کہ بعد وضوح دلائل حق کے کج راہی اختیار کرتے ہیں) صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس (سزا دینے کے لئے) آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہوجاوے (یعنی کیا اس وقت امر حق قبول کریں گے جس وقت کا قبول کرنا مقبول بھی نہ ہوگا) اور یہ سارے (جزا و سزا کے) مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے (کوئی دوسرا صاحبِ اختیار نہ ہوگا، سو ایسے زبردست کے ساتھ مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے کیا ہوسکتا ہے)۔